اسلام کا نظریۂ اجتماع

عقیدۂ توحید کا مقصد وحید

از مولانا حامد الانصاری غازی

تاریخ کے قدیم ترین زمانے سے لے کر اس وقت تک یہ حقیقت، حقیقت کی صورت میں تسلیم کی گئی ہے کہ بنی نوع انسان کی تنظیم انسانی زندگی کے اجتماعی میلان کی غایت طبعی ہے۔ دنیا میں مذہب کی غایت ہمیشہ سے یہی تنظیم رہی ہے اور سلطنت کا نصب العین بھی اسی غائت سے وابستہ رہا ہے۔ اسلام جو اپنے ظہور کے وقت سے سچائی کے ساتھ اس امر کا مدعی رہا ہے کہ وہ آخری اجتماعی مذہب ہے انسانی تنظیم کے اس رجحان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

اسلام نے دنیا کو جس ایک کلمہ کی طرف دعوت دی ہے وہ کلمۂ توحید ہے اور اس کا مقصد ایک ایسے اعتقادِ راسخ کا پیدا کرنا ہے جو تمام انسانوں کے معتقدات کا مرکز بن سکے۔ کلمۂ اسلام کا ایک ہونا اور اس کلمہ میں خدا کے ایک ہونے پر زور دینا، تمام دنیا کی تقسیموں سے انکار کر کے انسان کے دل و دماغ کو ایک عقیدہ پر جمع کر دینا اور بشری ذہنیت کے لیے ایک اصل کو پیش کر کے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کے اعلان کے ساتھ وَلَا تَفَرَّقُوْا کا حکم دینا، اور ایک قوی اسلوب سے یہ تعلیم پیش کرنا کہ اجتماعی زندگی کے تمام عناصر ترکیبی ایک رشتۂ محکم سے وابستہ ہو جائیں، اور الگ الگ حصوں میں متفرق اور منقسم نہ ہوں صاف طور پر اسلام کے امتیازی شرف کو ظاہر کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام جس مطمع نظر کو دنیا کے سامنے قوت کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہے

وہ خدائے واحد کے نام اور توحید کے اصول پر دنیا بھر کے انسانوں کی ایک ایسی وحدت کا بروئے کار لانا ہے جو اپنی غایت کے لحاظ سے عالمگیر تنظیم کے قدرتی نصب العین کو تقویت پہنچا کر مکمل صورت میں تمام دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔

عالمگیر اتحاد اور بین الاقوامی تنظیم

پانچویں صدی قبل مسیح کے یونانی مقننین اور چوتھی صدی قبل مسیح کے رومی علمائے قانون کے زمانے سے لے کر نئی روشنی کے اس دستوری دور تک اجتماعیات کے جس قدر بنیادی نظریے ہمارے سامنے آچکے ہیں، اسلام نے ان کے مقابلہ میں حکمت عملی کے اعتبار سے بالکل جداگانہ راہ اختیار کی ہے۔ اگر خیال وعمل کے مرکز اتصال سے یقین کی منزل پر پہنچ کر غور کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام کا مقصد ایک ایسے عظیم الشان اجتماع کو بروئے کار لانا ہے جس کو حقیقی معنی میں بغیر شک وشبہ نظری کہا جا سکے۔ اسلام اس عظیم مقصد کو توحید کے بردست عقیدے کی قوت سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں ایک ایسے اسلوب سے دنیا کی رہنمائی کرتا ہے جس کی نظیر اس زمانہ کے دوسرے مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

عقیدۂ توحید کا مقصد ہے دنیا کا اتحاد اور دنیا کے افراد کا اتحاد! اور اتحاد کے معنی ہیں کہ اس دنیا کا ہر فرد ایک ہی تصور کے تابع ہو، اپنے تئیں ایک ہی کُل کا جزو سمجھے اور ایک ہی مرکزِ وجود کو واجب الوجود قرار دے۔ نوع انسانی میں اندرونی تقسیمیں ہوسکتی ہیں اور خدائے واحد کی قدرت کے ماتحت ان تقسیموں کی قدرتی بنیادوں کو تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن توحید کی رُو سے یہ تمام تقسیمیں جو دنیا کے کاروبار، دنیاوی سرگرمیوں اور روزانہ کی مصروفیتوں کا ناگزیر نتیجہ ہیں، ایک مرکز وحدت میں گم اور انسان کے مختلف رجحانات کو سکون روح کی منزل پر پہنچا کر ایک خدا کے نام پر ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ توحید کا مقصد خود توحید ہے۔ افراد کی

توحید، اقوام کی توحید، نسلوں کی توحید، قبیلوں کی توحید، ملکوں کی توحید، سلطنتوں کی توحید، قدیم وجدید مذاہب کی توحید، سلطنتوں کے نئے پُرانے نظریوں کی توحید، اعمال کی توحید، آمال یعنی اُمیدوں اور آرزوؤں کی توحید۔ پوری قوت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ توحید یا تو ایک دعویٰ ہے جو بغیر دلیل قابلِ قبول ہے یا پھر ایک ایسا دعویٰ ہے جو خود ہی دعویٰ بھی ہے اور خود ہی دلیل بھی۔

دنیا میں ہمیشہ سے اقرار اور انکار کی دو قوتیں کام کر رہی ہیں جہاں توحید کے عقیدے کا دنیا نے اقرار کیا ہے وہاں دنیا کے انسانوں نے اس عظیم اور موثر عقیدہ کو تسلیم کرنے سے انکار بھی کیا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان غور کرے کہ دنیا کا اتحاد اور عالمگیر اتحاد انسانی تمدن کی بقا کے لیے ضروری ہے تو وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کی عام تنظیم اور انسانی ناموس کی یکجہتی کے لیے عقیدۂ توحید کی مرکزی حیثیت کا قبول کرنا ہی انسانی نجات کے لیے آخری اور واحد چارۂ کار ہے۔

سچ پوچھیے تو اسلام کی تعلیم کی رو سے خدا کو حاضر و ناظر جاننے اور ایک ماننے کے یہ معنی ہیں کہ یہ مان لیا جائے کہ آزادی، مساوات، انصاف اور مذہبی عقیدے کی بنیاد پر دنیا کے نظام کی بنیاد قائم ہے، اور یہ تسلیم کیا جائے کہ ہماری تمام سرگرمیوں کے لیے ایک تنظیم لابدی ہے، یہی توحید ہے اور یہی کلمۂ توحید کا مقصد و منشا۔ لاالٰہ الا اللہ اسی مرکزی جامعیت کا قالب ہے اور ان الحکم الا للہ اسی جامعیت کی روح۔ پہلا کلمہ قالبِ توحید ہے اور دوسرا روحِ توحید۔ توحید کی اصل یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور روح یہ ہے کہ خدا ہی اس تمام کائنات میں تنہا متصرف اور غالب ہے۔ (واللہُ غالبٌ علیٰ امرِہٖ) ایک موحد مسلمان کو اُسی کے سامنے جھکنا چاہیئے، اسی کے نام کا کلمہ پڑھنا چاہیئے، اسی کے لیے زندہ رہنا چاہیے اور اسی کے دین کی خدمت کی راہ میں جان دینی چاہیے اسی کو اپنا واحد حکمراں اور فرمانروا تصور کرنا چاہیے اور اُسی کی ذات کو اپنے اسلام و ایمان کا مرجع

اور غور سمجھنا چاہیے۔ قرآن حکیم اس نکتہ کو کس قدر اچھے الفاظ میں پیش کرتا ہے

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا   تمہارا خدا ایک خدائے واحد ہے (جھکو تو) اُسی کے سامنے جھکو۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی تصریحات

آٹھویں صدی ہجری کے شہرۂ آفاق امام، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ جو اپنے عصر میں اسلامی اجتماعیات کے سب سے بڑے شارح تھے، اسلام و ایمان کے اسی ضابطے کی تشریح کرتے ہوئے توحید خالص کی تفسیر کرتے ہیں۔

الاسلام هو الاستسلام لله وحده. ولفظ الاسلام يتضمن الاسلام و يتضمن اخلاصه لله. المسلم هو المستسلم لله. فمن لم يستسلم له لم يكن مسلما و من استسلم لغيره كما يستسلم له لم يكن مسلما ومن استسلم له وحده فهو المسلم

(النبوات ص ٦٩)

اسلام کیا ہے؟ صرف ایک اللہ کا ہو جانا۔ اسلام کا لفظ بجائے خود اسلام کی تفسیر ہے، اللہ پر اسلام لانا اور اللہ ہی کے لیے خالص ہو جانا اسلام ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ کو اپنی تمام سرگرمیوں کا مرکز تسلیم کرے جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ مسلمان نہیں۔ جو شخص اسی طرح دوسروں کو اپنی زندگی میں موثر مانتا ہے جس طرح اللہ کو یا اللہ کے علاوہ کسی شی کے سامنے جھکتا ہے تو اُس کا مسلمان ہونا معتبر نہیں ہے، ہاں وہ شخص جو توحید خالص پر ایمان رکھتا ہے اور تنہا ایک خدا کو مانتا ہے اُسی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے اور یہ اُمید کرے کہ دوسرے اُس کو مسلمان کہیں گے۔

علامہ موصوف کی اس تشریح و تعبیر کا ماخذ قرآن حکیم کی حسب ذیل آیتیں ہیں:-

(١) بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (ہاں جو شخص محض لوجہ اللہ اسلام لایا، اور وہ محسن و مخلص بھی ہے، وہی اپنے پروردگار کے انعام اور اجر کا مستحق ہے)

(٢) وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔

(جو نیت خالص کے ساتھ صرف ایک خدا پر ایمان لے آیا ہے، اور وہ ابراہیم کے مذہب حنیف اور ملت ابراہیمی کے نظام اجتماعی کا پیرو کار بھی ہے، اسد اللہ وہ اپنے مسلک اور مذہب کے اعتبار سے کتنا اچھا اور کیسا مخلص ہے)

(۳) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (جس دین کو اللہ نے مستند قرار دیا ہے وہ صرف اسلام ہے)

(۴) ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (یہی محکم اور قائم و دائم رہنے والا مذہب ہے)

(۵) وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دین اور مذہب کا خواہشمند اور طالب ہوگا، اس کی یہ طلب ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔

چونکہ اسلام کا مقصد دنیا بھر کی توحید ہے اس لیے اس کا اولین کام یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کو مذہبی جمعیت کے ایک دائرہ پر جمع کر دے۔ اس مقصد کے اعلان کے بعد قدرتی طور پر ایک مذہب کے علاوہ کسی مذہب کو زندگی کی نمودگاہ میں نمود و ظہور کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ عقیدۂ توحید کی کامیابی کا پہلا مرکز افکار کی توحید ہے اور افکار کی توحید اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دنیا کسی ایک مذہبی عقیدہ پر مجتمع نہ ہو جائے۔

علامہ ابن تیمیہ توحید کے لفظ کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

التَّوْحِیْدُ الَّذِیْ جَاءَتْ بِہِ الرُّسُلُ	رسولوں نے دنیا کو جس عقیدۂ توحید کی طرف دعوت دی ہے
ھُوَ عِبَادَۃُ اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ	اُس کے معنی یہ ہیں کہ خدائے وحدہ لاشریک کی پرستاری
وَتَرْکُ عِبَادَۃِ مَا سِوَاہُ فَاِنَّ التوحید	کی جائے اور دنیا کی ہر دوسری چیز کو پوجنا چھوڑ دیا جائے
یَتَضَمَّنُ محبت اللّٰہ وَحْدَہٗ	کیونکہ توحید جب ایک موثر اور محرک کی صورت میں نظام عالم
(النبوات)	پر متصرف ہوتی ہے تو تمام محبتیں سمٹ کر صرف ایک خدا کی
	ذات میں جمع ہو جاتی ہیں۔

انسانی تخلیق کا اجتماعی مقصد

قرآن حکیم کی آیتوں کا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا وسیع مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے اور سیرت و کردار کے اعتبار سے حسن و کمال کا نمونہ بنایا ہے۔ انسان دنیا میں خدا کا جانشین، خدا کا مامور خلیفہ، اور امامت و حکومت کے ایک خاص خدائی نظام کے تابع ہے۔ جب خدائے تعالیٰ نے روزِ ازل ہی انسان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اُس کے قدرتی تصرفاتِ تخلیق کا یہ عنوان، ایک عظیم و جلیل دنیا کی تخلیق خود انسان کے اپنے شخصی مطمع نظر سے بھی کچھ کم عظیم الشان عزم نہ تھا۔ فرشتے خدا کے عرشِ سلطنت کے سامنے اپنی پاکی نکوکاری اور بزرگی کی نمائندگی کر رہے تھے کہ خدا کی مشیت نے ایک اہم اعلان فرمایا:-

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَۃ "میں زمین میں اپنا مامور اور خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں"۔

اس اعلان کے فوراً بعد جو فرمان اور حکم انسان کو ملا وہ یہ تھا۔ اِهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا "اے افرادِ انسانی اجتماعی شان سے زمین پر اُتر جاؤ"۔

انسان کی پیدائش کا یہ عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس کی آمد جس اجتماعی شان سے ہوئی ہے اس کی دنیاوی زندگی میں وہی اجتماعی وحدت قائم اور برقرار رہنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی وحدت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ایک ایسا مرکزی تصور نہ ہو جس پر اس وحدت کے افراد جمع ہو سکیں۔ اسلام اللہ کے وجود کو مرکزِ وحدت قرار دیتا ہے اور قرآن و حدیث کی رو سے دنیا کی تمام تحریکوں اور سرگرمیوں کو اللہ ہی کے نام سے وابستگی ہے۔ اور اسی سے نسبت حاصل ہے۔ دیکھیے قرآن میں اس نسبت کو کس کس طرح پیش کیا گیا ہے۔

۱۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ علم و آگاہی کی بات یہ ہے کہ اللہ ہی کائنات ارضی کو موت کے بعد زندگی کی شادابی عطا کرتا ہے۔

۲۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔ (یقیناً اللہ ہی ہے جسے آنے والے وقت (قیامت) کا علم ہے)

۳۔ کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔ اللہ کا حکم ادھر ہوتا ہے اور اُدھر پورا ہو جاتا ہے۔

۴۔ کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ اللہ کا حکم اٹل ہے اور اُسی کی قدرت سب کے لیے مقدر ہو چکی ہے یعنی جو بات اُس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہیگی۔

۵۔ وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا۔ اللہ کا وعدہ سچا، ثابت اور مبنی بر حق ہے۔

۶۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ اللہ کا نام آئے تو اُس کی طرف گرمجوشی سے دوڑ کر جاؤ۔

۷۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ (اپنی معاشرت اور معیشت کی تمام ضرورتوں کو مانگو تو اللہ سے مانگو)

کلام مجید کی یہ تمام آیتیں خود اپنی شارح ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ خَیْرُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ۔ اللہ کا کلام بہترین کلام ہے۔ اس حدیث پر ہمارا ایمان ہے۔ مذکورہ آیات میں معیاری اسلوب اختیار کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اسلام انسانی ناموس کو اللہ کے نام پر اتحاد و ترقی اور اصلاح و ارتقاء کی دعوت دیتا ہے۔

اسلام اور انسانی وحدت

اگرچہ اسلام کے اولین دور میں اجتماعی مسائل کو پیش کرنے کا جو طریقہ تھا اس زمانہ کا طریقہ اس سے مختلف ہے تاہم اسلامی زندگی کی ابتدائی صدیوں میں علمائے اسلام نے جن اجتماعی اصول کو پیش کیا ہے اس زمانہ کے مسلمان علمائے اجتماعیات نے انہی کو بدلے ہوئے حالات میں زیادہ قوت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

ہمارے دور کے مشہور اہل قلم اور سیاست داں عالم علامہ فرید وجدی اسلام کے اجتماعی نظریہ کو ایک پرجوش وکیل کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے اسی فکری قوت کی امداد سے اسلام کی ترجمانی کرتے ہیں۔

ان الاسلام بحق، وبكل دليل دين خالد
وقد نبذ بكل الاصول العليا التي تحله
هذه المكانة عند الاحاد والجماعات
فقد دعا الى الوحدة الانسانية
العامة ومحق ما كان بين الشعوب
من فوارق القوميات واوهام
الطبقات الاجتماعية وقرر ان اصل
الاديان واحد وان الخلافات التي
ينادى عليها بينها انما سببها
بغي قادتها فهم الذين خلقوها
لمصلحتهم الذاتية۔

(الاسلام دین عام خالد صفحہ ١٢٦)

حق یہ ہے کہ اسلام ایک حجت ہے اور ہر دلیل کے اعتبار سے ایک عام اور ہمیشہ باقی رہنے والا مذہب ہے۔ اس زمانہ کے وہ تمام اعلیٰ اور بلند اجتماعی نظریے جن پر دنیا کی جماعتیں اور افراد آکر ٹھہر گئے ہیں اسلام ان پر ہر اعتبار سے پورا اترتا ہے۔ اسلام نے تمام دنیا کو ایک عام وحدت اور منظم انسانی سوسائٹی کی طرف دعوت دی ہے اور ان تمام تفرقوں اور تقسیموں کو مٹا کر رکھ دیا ہے جو قومیتوں طبقوں اور اونچ نیچ ذاتوں کی شکل میں نظام دنیا کے لیے ہلاکت کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ اسلام کا اعلان ہے کہ تمام مذاہب کی ایک اصل ہے اور وہ خود اسلام ہے۔ ہم تاریخ میں مذاہب کا جو اختلاف دیکھتے ہیں وہ اصلاً نہیں بلکہ وہ ان مذہبی پیشواؤں اور سرداروں کی کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے اپنی ذاتی مصلحتوں کو امام اور رہنما بنایا اور ایک خدائی نظام اور ایک مذہبی اصل کو شیرازہ بندی کے قدرتی مرکز سے علیحدہ کر دیا۔

علامہ وجدی نے ان موثر الفاظ میں اسلام کے جس نظریۂ اجتماع کو پیش کیا ہے اُس کا مرکزی نقطہ وہ مذہبی وحدت ہے جو خدا کے وجود اور خدا کی وحدانیت کے تصور سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں بھی انسانی زندگی سے بحث کی گئی ہے وہاں انہی دونوں باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

انسانی زندگی اور اس کا اقتدار اعلیٰ

توحید کا عقیدہ قرآن حکیم کی تعلیم کے لحاظ سے ایک اجتماعی اصل ہے۔ ذرا البصیرت کی نظر سے دیکھیے کہ اس کے اظہار کے لیے کتنے پیرایے اختیار کیے گئے ہیں۔ کلمۂ توحید ہی کو لیجیے

کلمۂ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں تمام کائنات کی قوتوں کی نفی اور اللہ کے وجود کے اقرار کے بعد اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ میں اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تمام دنیا میں واحد آمر ہے اور اللہ ہی کائنات عالم کی تمام قوتوں کا مالک و مختار ہے۔ قرآن حکیم اسی اعلان کو طرح طرح ادا کرتا ہے۔ اگر ایک جگہ اس حقیقت کو ایک صورت سے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اِنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا تمام قوتوں کا اجتماعی مرکز اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی زندگی کا اقتدار اعلیٰ ہے تو دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاللہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِہٖ اللہ ہی بجائے خود غالب اور مقتدر ہے۔ کسی ایک مقام پر خدا کی جلالت اور بادشاہی کا ذکر ہوتا ہے تو پیرایۂ بیان یہ ہوتا ہے۔

اِنَّ اللہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (مائدہ)	اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے حکومت کرتا ہے۔
وَاللہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ رعد ۱۳	اللہ دنیا پر حکم فرما ہے اور اس کے حکم پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں۔
لَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖۤ اَحَدًا	اللہ تعالیٰ اپنے حق حکومت میں وحدہٗ لاشریک ہے۔

اور کسی دوسرے مقام پر خدا کی عظمت اور قدرت، شوکت اور سطوت۔ کبریائی اور جلالت کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اظہار و ادا کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔

۱۔ قَدْ جَعَلَ اللہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (الطلاق ۱) ۲۔ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ (القمر ۳) ۳۔ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ (الرعد ۱)	ہر شے کے لیے ایک اصول، ایک اندازہ اور ایک معیار مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ معیار اللہ کے تصرف ہی کا نتیجہ ہے۔
۴۔ یَمْحُوا اللہُ مَا یَشَاۗءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ (الرعد ۶)	اللہ چاہتا ہے تو مٹا دیتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے نقش وجود کو قائم کر دیتا ہے۔ اللہ ہی ہے جس کے پاس علم و حکمت اصلاح و اخلاق کی اصل اور مستند کتاب ام الکتاب ہے۔

۵۔ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاۗءُ وَیَخْتَارُ (القصص) تیرا پروردگار مختار ہے جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے۔

عقیدۂ توحید کی رو سے انسانی فکر سب سے پہلے جس بصیرت سے فیضیاب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا کا ایک نظام ہے اور وہ نظام ایک عالمگیر نظیم کی حیثیت سے کائنات کی ہر شے پر حاوی ہے اور انسانی زندگی کی تمام مصروفیتوں اور روزانہ کے کاموں پر غالب اور متصرف ہے۔ اس نظام کا ایک مرکز ہے اور یہ مرکز ہر شے سے بالا و برتر ہے اور اپنی مرکزی قوت کے لحاظ سے اپنے تمام ماتحت عناصر ترکیبی سے یکساں تعلق رکھتا ہے۔ مرکز کے وجود کو ماننا، یہ تسلیم کرنا کہ وہ ایک ہے۔ اور اس کے ایک ہونے پر یقین لانا، اور اس یقین کو آخری درجہ تک اور تصور کی آخری حد تک شک و شبہ سے علیحدہ رکھنا عقیدۂ توحید کی اصل اور اصل توحید کی تعبیر کا صحیح طریقہ ہے۔ خدا کو ماننا، ایک ماننا اور اس کی جملہ صفات کے تمام پہلوؤں کو تسلیم کرکے ایک عقیدہ پر جبین عقیدت کو خم کرکے پھر دوبارہ اٹھانے کی جرأت نہ کرنا یہی توحید کا مقصد ہے اور یہی توحید کا منشاء

عقیدۂ توحید کے تین اجتماعی پہلو

شیخ محمد سفارینی عقیدۂ توحید کے مختلف پہلوؤں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اِعلم أنّ التوحید ثلاثۃ اقسام الربوبیۃ والالٰهیۃ وتوحید الصفات۔ فتوحید الربوبیۃ ان لاخالق ولا رازق ولا محی ولا ممیت ولا موجد ولا معدم الا اللہ تعالیٰ۔

توحید کے تین پہلو ہیں اول یہ کہ خدا اپنی پروردگاری کے اعتبار سے یکتا ہو، دوسرے یہ کہ اپنی وحدانیت کے لحاظ سے معبود واحد ہو، تیسرے یہ کہ اپنی قدرت اور اپنے صفات کے لحاظ سے واحد ہو۔ پروردگاری میں خدا کے یکتا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات کے علاوہ نہ کوئی خالق ہو نہ رازق، نہ زندگی دینے والا نہ موت کو بھیجنے والا نہ دنیا کو ایجاد کرنے والا اور نہ اس کو معدوم کرنے والا۔

وتوحید الالٰهیۃ إفرادہ تعالیٰ بالعبادۃ والتألہ والخضوع و

خدا کو اس کی خدائی میں معبود یکتا تسلیم کرکے عقیدۂ توحید کو قبول کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اعتراف کیا جائے کہ تنہا خدا کی

الاول۔ والحب والافتقار والتوجہ الیہ تعالیٰ

ذات ہی پرستاری اور عبادت کے لائق اور معبود ہونے کی سزاوار ہے جبینوں کو اسی کے سامنے جھکنا چاہیے۔ دلوں کو اسی کی عقیدت میں غرق ہونا چاہیے۔ روحوں کو اسی کی محبت سے سرور حاصل کرنا چاہیے۔ ہماری سرگرمیوں کو اسی اور صرف اسی کا محتاج ہونا چاہیے اور ہمارے کاموں کے لیے اسی کی ذات مرجع ہونی چاہیے۔

وتوحید الصفات ان یوصف اللہ تعالیٰ بما وصف بہ وبما وصفہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

توحید کا تیسرا پہلو صفات سے متعلق ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خدا اپنی صفات میں منفرد ہے اور خود اُس نے اور اُس کے رسول نے جن صفات کی تصریح کی ہے وہ حق اور سزاوار حق ہیں۔

علامہ محمد سفارینی نابلسی بارہویں صدی ہجری کے علماء میں بہت بڑے متکلم اور پایہ کے عالم تسلیم کیے گئے ہیں۔ عقیدۂ توحید کے متعلق اُنہوں نے جن تین پہلوؤں کو پیش کیا ہے درحقیقت وہ ایک ہی حقیقت کا مظہر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے خود قرآن اس حقیقت کے اظہار کے لیے کیسے کیسے نئے، اچھوتے اور زیبا عنوان پیش کرتا ہے، اور انسان کے خیال کو ہر طرح کی گمراہیوں، ہر قسم کی پیچیدگیوں اور ہر رنگ کے اختلاف سے ہٹا کر کس طرح ایک مرکز اجتماع پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (آل عمران)	آسمان کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں کے درمیان جتنی کائنات آباد ہے سب اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی تمام سرگزمیوں کا مرجع و مرکز ہے
لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ)	مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے۔
لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (منافقون)	آسمان اور زمین کے خزانے۔ تمام سرمایہ اور ساری دولت اللہ ہی کے لیے ہے
لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (فتح)	آسمان اور زمین کی فوجیں اللہ ہی کا لشکر ہیں۔

[1] شرح عقیدۃ السفارینی جلد اول صفحہ ۱۰۹ مصر۔

كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ	سب ایک خدا کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔
وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۔ (ہود ۱۰)	زمین پر ایک بھی جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ دار خدائے واحد نہ ہو۔
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ	یقیناً اللہ ہی روزگار دینے والا اور استوار طاقت کا مالک ہے۔
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۔ (الزمر، رکوع ۱)	یہ ہے تمہارا پروردگار جو تمہاری زندگی کی سلطنت کا تاجدار ہے۔ وہی معبود ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

قرآن حکیم کے ان جواہر پاروں میں خدا کی عظمت اور جلال و کبریائی کے متعلق دلپذیر انداز میں جس دل نشین مقصد کو پیش کیا گیا ہے۔ اسی سے توحید کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ یہ تمام آیتیں ایک ہی صداقت کی نشانیاں ہیں اور وہ صداقت ہے لیس کمثلہ شئ۔ خدا ایک ہے کوئی اس کا ثانی نہیں کوئی اس کی مثال نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ ایک ہے اور ساری کائنات کو ایک مرکزی تنظیم کی صورت میں اپنے تصرف میں رکھنا چاہیے۔

آخری قانون اور آخری اُمت

توحید کی اعتقادی اصل سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ صرف یہ نہیں ہے کہ ہم زبان سے خدا کے ایک ہونے کا اقرار کریں بلکہ اس نتیجہ کی خصوصیت ایک ایسے حقیقی تصور کی تخلیق ہے جس کے ماتحت بنی نوع انسان کی عالمگیر سرگرمیوں کے لیے ایک عالمگیر مرکز پیدا ہوسکے۔ خواہ یہ سرگرمیاں مذہبی ہوں یا سیاسی، اخلاقی ہوں یا اصلاحی، معاشی ہوں یا تمدنی، مالی ہوں یا معیشتی، توحید کے معنی ہیں ایک مذہب اور ایک عقیدے کی حاکمیت عامہ، آخری قانون الٰہی کی بالادستی ایک آخری شارح قانون اور عظیم و جلیل پیغمبر کی پیروی اور ایک ایسی آخری عالمگیر اُمت کا ظہور جس میں تمام قوموں کا ضم ہوجانا مقدر ہوچکا ہے۔

نویں ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی نمرہ میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ انسانوں کے اجتماع میں جو آخری خطبہ دیا تھا اُس کو تاریخ اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس خطبہ میں حضور نے آخری تین اجتماعی نکتے پیش فرمائے تھے۔

۱۔ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ۔ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللهِ	میں تمہارے ہاتھوں میں ایک چیز چھوڑ کر چلا ہوں کہ اگر تم اجتماعی شیرازہ بندی کے ساتھ اس پر جمع ہو گئے تو تم کو کوئی شے راہ راست سے ہٹا نہیں سکے گی۔ یہ چیز اللہ کی کتاب (خدا کا قانون) ہے
۲۔ ایها الناس انه لا نبی بعدی	لوگو! یقین اور بصیرت کا پیغام یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور کوئی ایسا مذہبی مصلح اور پیغمبر نہیں جس کی دنیا کو ضرورت ہو۔
۳۔ لا امة بعدکم الا فاعبدوا ربکم[1]	تمہارے اجتماعی نظام کے بعد نہ کوئی تمہارے نظام سے بہتر نظام ہے اور نہ کوئی اُمت، علم و آگاہی کو رہنما بناؤ اور اپنے پروردگار کی عبادت کو مقصد زندگی بنا کر زندہ رہو۔

اِن تینوں اجتماعی نکتوں میں جس اجتماعی اصل کی صراحت ہے اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ قرآن زندگی کی تمام منظم سرگرمیوں اور جملہ ضرورتوں کے لیے ایک جامع اور مکمل ضابطہ ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک نسل انسانی کے اجتماعی رجحان کا آخری مرکز ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن کی رہنمائی اور حضور اکرم کے ظہور سے جو اُمت پیدا ہوئی ہے وہ دنیا کے اجتماعی تصورات اور انسانی تنظیم و تشکیل کے آخری مقصد کو مکمل صورت میں پیش کرتی ہے۔ مختصر طور پر یہ کہنا بجا ہے کہ کتاب اللہ کتابِ توحید ہے۔ رسول اللہ اپنی عدیم المثال پیغمبرانہ زندگی کے اعتبار سے رسولِ توحید ہیں اور امت اسلامیہ اپنی جماعتی تنظیم اور اپنی مضبوط جمعیت کے

[1] معدن الاعمال عن ابی امامہ۔

لحاظ سے اُمت توحید ہے۔ کتاب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت محمدی نے اپنے وجود اور ظہور سے دنیا پر کس قدر زبردست اثر ڈالا ہے اور کتنے عظیم الشان اجتماعی انقلاب کو رونما کیا ہے۔ اس کو صحیح طور پر معلوم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اسلام کے ظہور سے قبل دنیا کی اجتماعی حالت کیسی تھی۔ انسانی نسل کا تمدنی شیرازہ کس طرح بکھرا ہوا تھا تصورات کی تفریق کی کیا صورت تھی ایک خدا کی جگہ خدا کی مخلوق کو کس کس طرح خدا بنا کر پوجا جاتا تھا پرستش کے کتنے طریقے تھے اور کیسے کیسے خلاف عقل عنوانات سے عناصر کو پوجا جاتا تھا۔ انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں اسی موضوع کو پیش کیا جائیگا۔

تصحیح

گزشتہ اشاعت برہان کے "نظرات" میں ادارۂ معارف اسلامیہ کی خبر کے ذیل میں شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر شعبۂ عربی و فارسی دہلی یونیورسٹی کا نام آیا تھا۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ ادارہ کا یہ اجلاس مولانا محترم کے زیر اہتمام نہیں بلکہ اینگلو عربک کالج کی مسلم ایسوسی ایشن کے تحت ہو رہا ہے۔ ہمیں اس غلط اطلاع پر افسوس ہے۔ قارئینِ کرام تصحیح فرمالیں۔